HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

"رابعہ الرباء کے افسانوی مجموعے رات کی رانی کی فکری جہتیں"

ڈاکٹر جہانزیب شعور

(اسسٹنٹ پروفیسر۔ شعبہ اردو۔ اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور)

وقار احمد

(پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو۔ اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور)

محمد عثمان

(لیکچرار، شعبہ اردو۔ اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور)

Abstract

Rabia al ruba is a prominent Urdu fiction writer. Her writings shows sympathy to the women of the thirld world . she wrote many short stories to explore the women condition in the thirld world countries.rabia al ruba in her first collection of Urdu short stories "raat ki rani" introduced women and the cruel and abnormal role of society with the women . in this article different topics of her stories are discussed with refrence to the context ."

معاصر اردو افسانہ نگاری میں اہم نام رابعہ الرباء کا بھی ہے۔ان کے افسانے موضوعاتی تنوع کے حوالے سے مختلف جہتیں رکھتی ہیں۔رات کی رانی رابعہ الرباء کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔ یہ 2012ء میں ادبی منظر نامے پر آن وارد ہوا۔اس افسانوی مجموعے میں رابعہ الرباء نے نہ صرف انسان کے داخلی موضوعات کو کہانی کی صورت میں پیش کیا ہے بلکہ ان کے ہاں معاشرے میں ضرورت کے تحت وجود پانے والے نظریات بھی ان کے فکری تنوع کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔اس کی زندہ مثال ان کا پہلا افسانہ "نظریہ ضرورت" ہے جس میں کرداروں سے جبری مشقت کے ساتھ ساتھ ان پر جبری فکر کو نہ صرف مسلط کیا جاتا ہے بلکہ دوسروں تک ویسے کا ویسا پہنچانے کی ڈیوٹی بھی لگائی جاتی ہے۔اور ویسا نہ کرنے پر ان کا رزق بند کرنے کا عندیہ دیا جاتا ہے۔ یہ افسانہ انسان کی ان مجبوریوں کو قاری کے سامنے لاتا ہے جن کا شکار از خود قاری بھی ہوتا ہے۔سب سے بڑی مجبوری قاری کی شعور اور آگہی حاصل کرنے کے بعد مجبوری کے تحت بے شعوری کی زندگی گزارنا ہوتی ہے۔پالیسی کے تحت زندگی گزارنے والے زندگی نہیں گزارتے بلکہ بہت جلد گزر جاتے ہیں۔یہ اکتائے ہوئے لوگوں کی کہانی ہے۔افسانے کا پہلا حصہ ضرورت کے تحت پیدا کیے جانے والے نظریے اور دوسرا حصہ اس نظریے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے بنانے والے نظام حکومت کے استخوان کی کمزوری اور بے بسی کو زیرِ بحث لاتا ہے۔ مگر اس سے زیادہ بے بس وہ انسان ہے جو اس کا حصہ ہونے کے باوجود اس کو زیرِ بحث نہیں لا سکتا۔یہ محتاج لوگوں کی عکاسی کرتا ہے۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی ؎
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا[i]

"رات کی رانی" کا دوسرا افسانہ "تشنگی" ہے۔موضوعاتی حوالے سے یہ افسانہ انسان کے داخلی کائنات کے شکست و ریخت کی کہانی پر مبنی ہے۔یہ تشنگی ہر انسان کے ساتھ رہتی ہے۔ محروم انسان ہمیشہ پیاسا رہتا ہے۔یعنی جو ملا ہے وہ تو ملا ہے جو نہیں ملا اس کی تلاش ہے۔انسان کو انسان کی کمی کا احساس بھی شدت سے ہوتا ہے۔اور یہی وہ احساس ہے کہ اسے کہیں کا نہیں چھوڑتا۔انسان جس انسان یا شے کا عادی ہو جائے تو اس کی کمی ہمیشہ محسوس کی جاتی ہے۔یعنی دائمی احساس رہتا ہے اور کبھی کبھار تو محروم انسان اس محرومی کے ساتھ زندگی بھر خوش رہتا ہے اور اس کمی کو محسوس کر کے اپنی شدت کو بڑھاتا اور گھٹاتا ہے۔اس سے اس کی تشنگی کو کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے۔اس افسانے کا نقطہ مرکزی بھی یہی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

"یہ تشنگی قطرہ قطرہ ہر پل میرے سوراخ بڑھا رہی ہے مگر میں بھی اس کے ساتھ وفا کیے چلا جا رہا ہوں کیونکہ کم از کم اس تشنگی میں وہ حسن ہے جو مجھے بھاتا ہے"۔[ii]

رابعہ الربّاء کے افسانوی موضوعات میں یہ بھی ایک اہم موضوع ہے کہ محروم انسان کے داخلی دنیا کو قاری کے سامنے لے آتی ہے۔

"زندگی جن اذیتوں اور تنہائیوں میں گزاری ہے میں نے، اس کے بعد شاید میں ان اذیتوں کا عادی و تمنائی ہو گیا ہوں"۔[iii]

"افسانہ ذرا سی قیامت" رات کی رانی کا تیسرا افسانہ ہے۔ یہ افسانہ اس صدی میں قیامت ڈھانے والی دہشت گردی کو موضوع بناتا ہے۔ مختلف کرداروں کے ذریعے تشکیل پانے والا یہ افسانہ آخر میں ایک دلخراش قیامت کی نشاندہی کرتا ہے کہ کس طرح معاشرے کے مختلف پر سکون کرداروں سے ان کی خوشی چھن جاتی ہے۔ نارمل زندگی گزارنے والوں کو اضطراب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن سے ستر (۷۰) ماؤوں سے بھی زیادہ محبت کی اور ان کی اس دنیا میں پلنے کا انتظام کیا۔ جن کے لیے کائنات کو مسخر کیا ان ہی کے پرخچے اڑانے سے پہلے اللہ کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔ افسانہ جنت الفردوس بھی "تشنگی" کی طرح ایک انسان کی شکست اور محرومی کے گرد گھومتی کہانی ہے کہ جس میں اس کی محرومی اس کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہتی ہے۔ یہ ایک صحافی حسین اور جنت الفردوس جو کہ لڑکی ہے، کی کہانی ہے۔ تیسری دنیا کی ملکوں کا مستقبل طے شدہ ہوتا ہے۔ اسے کوئی پہلی دنیا یا دوسری دنیا کا کوئی بھی ملک دوڑ کھینچ کر بدل سکتا ہے۔

"ناظرین یہ میرے ملک کا مستقبل ہے۔ خوف زدہ مستقبل۔۔۔۔۔۔۔"۔[iv]

"یہاں تو آبادی کی کوئی آس بھی فی الحال کسی آنکھ میں نظر نہیں آتی۔ سب آنکھیں جو بچ گئیں ہیں، بجھ چکی ہیں"۔[v]

افسانہ "تخلیق کار" تخلیقی کرب سے گزرنے والے تخلیق کار کی نمائندگی کرتا ہے۔۔ "سماج" ہمارے سماج یعنی معاشرے میں رہنے کے لیے تراشے گیے ان ضابطوں کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے جن کو مجبوراً معاشرے میں رہنے والے افراد قبول کر لیتے ہیں۔

ژاں ژاک روسو نے کہا تھا کہ:

"انسان آزاد پیدا ہوا ہے مگر جدھر بھی دیکھو وہ پابہ زنجیر ہے"۔[vi]

انسان کو یہ زنجیریں سماج نے پہنا رکھی ہیں۔ رابعہ الربّاء ان کو بھی موضوع بناتا ہے۔ افسانہ "سماج" تانیثی حوالے سے ایک اہم موضوع ہے۔ اس افسانے میں ایک عورت کے اندر سماج کے ہاتھوں پیدا ہونے والی خلفشار کا ذکر ہے۔ یہ افسانہ ایک عورت ہی کی کہانی ہے کہ کس طرح ایک عورت کو اس کی مرضی کے بغیر بتایا جاتا ہے اور پھر شوہر کے ہاتھوں اس کی تخریب کاری ہوتی ہے۔ وہ روز ٹوٹتی ہے اور روز بنتی ہے۔ ایک عورت روز شکست و ریخت سے دوچار ہوتی ہے۔ اسی طرح افسانہ "گرھیں" میں مرد اور عورت کی نفسیات کا جائزہ لیا ہے۔ جب حالات انسان کے مخالف ہو جاتے ہیں تو کوئی تدبیر بھی تقدیر کا راستہ نہیں روک پاتی۔

"گرھیں" کا آغاز ہی ان سماجی حد بندیوں کے ذکر سے ہوتا ہے جنہیں نارمل انسان سہنا تو دور دیکھ تک نہیں سکتا۔ یہ افسانہ انسان کی ان خواہشات کی عکاسی کرتا ہے جن کو اس سماج میں سوچنا بھی جرم سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ایسی خواہشات کی تکمیل کے لیے یا تو سوچ کر سہارا لیا جاتا ہے یا پھر پانچوں حسوں کو مقفل کر کے بلند کی آغوش میں جا کر محض لاشعور اور شعور کے سنگم پر ان کو بند آنکھوں سے دیکھ کر لذت کو محسوس کیا جاتا ہے۔ "تب میرا دل چاہا کہ میں اپنے بال کھول کر تمہاری گود میں سر رکھ لوں اور آنکھیں بند کر کے کسی ایسے نگر چلی جاؤں جہاں کچھ دیر کے لیے یہ بے تکی سماجی حد بندیاں نہ ہوں"۔[vii]

یہ افسانہ ایک عورت کا معاشرے میں مقام کا تعین کرتا ہے۔ رابعہ الربّاء اپنے کرداروں کے اندر جھانک کر ان کی نفسیات کا جائزہ لیتی ہے۔ ان کے اکثر کردار محرومی اور بے بسی کا شکار ہیں۔ رابعہ الربّاء کے پیشتر افسانوں میں صبر یوسفؑ بطور علامت استعمال ہوتا رہا ہے۔ لیکن یہ تمام تر حربے استعمال کرنے کے بعد بھی جب سکون میسر نہیں ہوتا تب احساس ہو جاتا ہے کہ انسان کا محض پاس رہنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس کا گھل مل جانا انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ رابعہ الربّاء کا تنہائی بھی ایک موضوع ہی ہے کیونکہ ان کے

کردار تنہائی میں مریض بنتے جاتے ہیں۔انہوں نے بارہا قاری کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ اگر تنہائی انسان کا ساتھ نہیں دیا گیا تو وہ نفسیاتی مریض بن جائے گا۔گویا وہ اپنے افسانوں کے ذریعے انسان کی تنہائی کو بھی موضوع کے طور پر پیش کر رہی ہے۔

''اس بات کا احساس ہوا جب یہ معلوم ہوا کہ تم کتنے آس پاس ہوتے ہوئے کتنے دور تھے۔۔۔
ہاتھوں میں ہوتے ہوئے نگاہوں سے اوجھل تھے''۔[viii]

جب انسان کی صلاحیتیں پالش نہیں ہوتی تو وہ پتھر بننے لگتا ہے اور جب انسان پتھر بن جاتا ہے تو پتھر بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ایک آئرش شاعر نے لکھا تھا کہ :

''میں نے پتھروں سے پوچھا کہ تم انسان کیوں نہیں بنتے تو پتھروں نے جواب دیا کہ ہم میں ابھی اتنی سختی نہیں
آئی''۔[ix]

رابعہ الرباء کی عورت بھی انسان کے ہاتھوں پتھر بن چکی ہے اور وہ انسان بالخصوص مرد ہی ہے۔ افسانہ ''فال'' بے کسی اور بے بسی کے ساتھ ساتھ بے حسی کو بھی موضوع بناتا ہے۔ غربت کی انتہا کی کچھ اس حد تک عکاسی کی گئی ہے کہ پڑھتے ہوئے قاری کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں :

''اور اندازہ ہوتا ہے کہ ایک چارپائی پر ایک سے زائد افراد شب بسری کا کشت کرتے ہوں گے''۔[x]

رابعہ الرباء نے افسانے "وقت کرتا ہے پرورش برسوں۔۔"میں Physical Torture کے ساتھ ساتھ Mental Torture کو بھی موضوع بنایا ہے اور وہ اس کی تعریف یوں کرتی ہے۔

''شاید زنا بالجبر ہی نہیں ہوتا،اذیت بالجبر بھی ہوتی ہے،موت بالجبر بھی دی جاتی ہے،دماغ بالجبر بھی مفلوج کیا
جاتا ہے''۔[xi]

''گلشن'' اور ''واہ رے ماں'' میں غربت کی کہانی بیان کی ہے۔افسانہ ''ثمار'' میں مرد کی سرد پڑ جانے والی مردانگی اور خاموشی کو موضوع بنایا۔یہ بھی ایک مسئلہ ہے۔لیکن اس طرف یا معاشرے میں ایسے مسائل کو ڈسکس نہیں کیا جاتا کیونکہ ایسی باتوں کو کوئی کسی کے ساتھ ڈسکس کرتے ہوئے شرماتا ہے۔ہمارے معاشرے میں جنسی مسائل کو ممنوع قرار دیا ہے۔ افسانوی مجموعہ ''رات کی رانی'' کا مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو فکری طور پر افسانہ نگار نے مرکزی موضوع عورت اور اس کی نفسیات کو بنایا ہے۔معاشرتی رویوں پر مسلسل طنز کی کیفیت ان کے افسانوں میں پائی جاتی ہے۔انہوں نے انتہائی تلخ انداز میں معاشرے کی فرسودہ روایات اور مسائل کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔انہوں نے اپنے افسانوں کے ذریعے سے ان موضوعات کو زیر بحث لایا جن پر دیگر افسانہ نگاروں نے بہت کم لکھا۔بطور تخلیق کار انہوں نے قاری کی سوچ میں یہ تحریک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ عورت کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بدلیں اور عورت کو وہ مقام دیں جو اس کا حق ہے۔رابعہ الرباء نے اپنے افسانوں کے لیے موضوعات ہمارے ماحول اور سماجی رویوں سے حاصل کیے۔ان کے ہاں معاشرے کی بھرپور انداز میں عکاسی موجود ہے۔

---

[i] ارشد محمود ناشاد،ڈاکٹر،''انتخاب کلام میر تقی میر''نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۲۰۱۵ء، ص۷۹۔

[ii] رابعہ الرباء،رات کی رانی، فکشن ہاؤس،لاہور،۲۰۱۲ء،ایضاً،ص ۲۱۔

[iii] رابعہ الرباء،رات کی رانی، فکشن ہاؤس،لاہور،۲۰۱۲ء،ایضاً،ص ۲۲۔

[iv] ایضاً،ص ۴۱۔

[v] ایضاً،ص ۴۱۔

[vi] ژاں ژاک روسو،''معاہدہ عمرانی''،مترجم :ڈاکٹر محمود حسین،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۲۰۱۶ء،صفحہ ۳۵۔

[vii] رابعہ الرباء،رات کی رانی، فکشن ہاؤس،لاہور،۲۰۱۲ء،ایضاً،ص ۶۵۔

[viii] ایضاً،ص ۶۷۔

[ix] تحقیقی مجلہ تحقیق نامہ،مدیر ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی،شمارہ ۲۲،۲۰۱۸ء،ص ۱۷۱۔

[x] رابعہ الرباء،رات کی رانی، فکشن ہاؤس،لاہور،۲۰۱۲ء،ص ۸۰۔

[xi] ایضاً،ص ۱۰۱۔